مستشرقین کے باہمی تضادات کا تجزیاتی مطالعہ

(قرآن حکیم اور سیرتِ نبوی ﷺ پر تحقیقات کے تناظر میں)

حافظ محمود اختر*

مستشرقین کی اسلام کے بارے میں تحقیقات میں لاتعداد فنی، اصولی اور علمی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جن کی بنا پر ان تحقیقات کے نتائج اپنا معیار کھو دیتے ہیں۔ اس مضمون میں ان تضادات کی نشاندہی کی جائے گی جو مستشرقین کی تحقیقات میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تضادات کئی طرح کے ہیں:-

۱۔ ایک قسم کے تضادات وہ ہیں جو ایک ہی شخص کی فکر و تحقیق کے اندر موجود ہیں۔ وہ ایک جگہ ایک موقف اختیار کرتا ہے، کسی واقعے کے بارے میں ایک رائے پیش کرتا ہے تو دوسری جگہ اس کے برعکس بات کرتا ہے۔ وہ ایک جگہ کسی بات کو پرکھنے کے لئے ایک معیار اختیار کرتا ہے تو دوسری جگہ وہ کوئی دوسرا معیار اپنا لیتا ہے۔ بعض اوقات یہ تضاد واضح ہوتا ہے اور اسے آسانی سے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ بعض اوقات تضاد کو سمجھنے کے لئے تھوڑا سا غور کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم کے تضادات وہ ہیں جو مختلف مستشرقین کے درمیان باہمی طور پر پائے جاتے ہیں۔ ایک موضوع پر مستشرقین مختلف الخیال ہیں۔ وہ خود ہی آپس میں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان دونوں طرح کے تضادات کی مثالیں پیش کی جائیں گی۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی مستشرقین کی تحقیقات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک ہی طرح کے ماخذ کی روشنی میں جب محققین تحقیق کرتے ہیں تو وہ عموماً ایک ہی طرح کے نتائج تک پہنچتے ہیں۔ اختلاف ہو بھی تو جزوی ہوتا ہے اصولی نہیں۔ لیکن مستشرقین کی تحقیقات کے نتائج میں عموماً اختلاف بلکہ تعارض ہوتا ہے بلکہ یہ سخت تناقض کا بھی شکار ہوتا ہے۔ اس تعارض، تخالف اور تناقض کا سبب ان لوگوں کے وہ اعراض و مقاصد ہیں جو ان کی تحقیقات کے پس منظر میں کارفرما ہوتے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تشکیک پیدا کی جائے۔ یہ تعارض و تخالف مختلف مستشرقین کے ہاں موجود ہے ہی، ایک ہی مستشرقین دو مختلف مقامات پر اپنے نقطہ

* چیئرمین/ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

نگاہ میں اختلاف کا شکار ہوتا ہے۔ ایک جگہ یہ لوگ ثابت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ اُمّی تھے تو دوسری جگہ اس کی نفی کرتے ہیں۔(۱)

مستشرقین میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے سابقہ نقطہ نگاہ کو خود ہی غلط قرار دیا مثلاً نولڈیکے لکھتا ہے کہ شباب کی لاپروائی اور غلطی کے اثرات اسی وقت محو ہو سکتے ہیں جب گزشتہ تحریر پر مکمل نظرثانی کی جائے یا نئے سرے سے ایسی کتابیں لکھی جائیں جو پرانی کتاب کے اثرات کو زائل کر دیں۔ کیونکہ پہلے جن مسائل کو میں صحیح سمجھتا تھا بعد کی تحقیق سے وہ غیر صحیح ثابت ہوئے۔(۲)

(۱) حفاظتِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کا نقطۂ نگاہ:

مستشرقین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے اور ان کی شہادت کی وجہ سے قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا اور اب موجودہ قرآن مجید مکمل نہیں ہے۔(۳) لیکن ان ہی میں سے ایک گروہ کا خیال ہے کہ جنگ یمامہ میں جو لوگ شہید ہو گئے تھے وہ کوئی اتنے اہم مرتبہ کے حامل صحابہ نہ تھے بلکہ وہ تو عام درجہ کے لوگ تھے(۴)۔ان دونوں نقطہ ہائے نگاہ کی حقیقت یہ کہ جب انہیں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ثابت کیا جائے کہ قرآن کے بہت سے حصے شہداء کی وجہ سے ضائع ہو گئے تو انہوں نے اول الذکر نقطہ نگاہ کو فروغ دے دیا۔ اس نقطہ نگاہ کی بنا پر مسلمانوں نے ثابت کر دکھایا کہ ان حفاظ کی شہادت سے قرآن کا کوئی بھی حصہ ضائع نہیں ہوا۔ نیز اس نقطہ نگاہ کے نتیجہ میں یہ بھی ثابت کر دیا گیا کہ حضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد ایک متفقہ نسخہ قرآن معرضِ وجود میں آ گیا تھا۔ اب انہیں یہ راہ اختیار کرنا پڑی کہ ثابت کیا جائے کہ قرآن کا اصل متن مکمل طور پر حضورؐ کی وفات کے ایک طویل عرصہ بعد تک معرض وجود میں نہیں آیا جبکہ مذکورہ بالا نقطہ نگاہ کے نتیجہ میں قرآن کے مکمل متن کی تیاری کا بنیادی محرک سامنے آ رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے پینترہ بدلا اور کہہ دیا کہ حضورؐ کی وفات کے بعد کوئی ایسا محرک سامنے نہیں آیا کہ قرآن مکمل حالت میں لکھ لیا گیا ہوگا۔ اس لیے انہوں نے یہ موقف اختیار کر لیا کہ جو حفاظ شہید ہوئے وہ کوئی خاص قابل ذکر لوگ نہ تھے۔

مستشرقین کے اختلافات وتضادات کی ایک اور مثال یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی حفاظت کی تاریخ کے سلسلے میں واضح طور پر مختلف الرائے ہیں۔ تاریخ تدوین قرآن بالکل واضح ہے اور حفاظت قرآن کا معاملہ بالکل روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حفاظت قرآن کے دلائل پہلے دن سے ایک ہی ہیں لیکن تدوین قرآن کی تاریخ سے مستشرقین ایک دوسرے سے بالکل مختلف نتائج اخذ کرتے ہیں۔ کچھ مستشرقین کہتے ہیں کہ

۱۔ قرآن نبی کریم ﷺ کے ایک طویل زمانہ بعد (بقول آرتھر جیفری) اڑھائی سو برس بعد لکھا گیا۔(۵)

۲۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ عہد نبوی میں قرآن مکمل طور پر لکھا ہوا موجود تھا۔ (بقول ولیم میور) لیکن عہد ابوبکر صدیقؓ میں اس میں تبدیلیاں کر دی گئیں۔(۶)

۳۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ عہد نبوی میں قرآن کی حفاظت کا مدار حفظ پر تھا۔لیکن آپؐ کی وفات کے تھوڑا عرصہ بعد جنگ یمامہ میں حفاظ کے بکثرت شہید ہونے سے قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا۔(۷)

۴۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں قرآن جزوی طور پر لکھا ہوا تھا اور جزوی طور پر لوگوں کو زبانی یاد تھا۔(۸)

۵۔ عہد نبوی میں قرآن لکھا ہوا موجود نہیں تھا۔(۹)

۶۔ عہد نبوی میں صرف چار لوگوں نے قرآن لکھا تھا۔(۱۰)

۷۔ ان میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن لکھا ہوا تو شروع دن سے ہی تھا لیکن یا تو یہ جزوی طور پر لکھا ہوا تھا یا اس کے ایک متن پر کبھی بھی اتفاق رائے نہیں ہوا کیونکہ صحابہ کرامؓ کے پاس اپنے اپنے نسخے تھے جو ایک دوسرے سے مختلف تھے۔آرتھر جیفری نے مصاحف صحابہ کے اختلافات کو خوب اچھالا ہے۔(۱۱)

۸۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ عہد عثمان غنی تک قرآن محفوظ تھا اور حضرت عثمان غنیؓ نے سیاسی اور کچھ دیگر مقاصد کے تحت اس میں سے بہت سے حصے نکال دئے۔(۱۲)

ان باہمی اختلافات و تضادات کی موجودگی میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ تدوین قرآن کے بالکل واضح اور غیر مبہم دلائل سے حقیقت تک پہنچنے میں وہ کس قدر مختلف الخیال ہیں اور ان کے نتائج ایک دوسرے سے کس قدر متصادم ہیں۔اس صورت میں ان میں کس کی بات کو درست اور کس کی بات کو غلط قرار دیا جائے؟ اس سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی معتبر نہیں ہے۔

ان کے تضادات کی ایک مثال مارگولیتھ (Margoliuth) کا لکھا ہوا وہ مقدمہ (Introduction) ہے جو اس نے راڈول (Rodwell) کے ترجمہ قرآن کے لئے لکھا ہے۔ وہ اس مقدمہ کے پہلے ہی صفحہ پر قرآن کے پیدا کردہ انقلاب کی تعریف و توصیف دل کھول کر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جس نے انسانی تاریخ میں عظیم الشان انقلاب برپا کیا اور اس انقلاب کی مثال دنیا کی کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کر سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ اگرچہ مذہبی کتابوں میں یہ سب سے بعد میں آئی ہے لیکن اس نے دنیا کو ایک ہمہ گیر فکر دی اور اس فکر نے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ ایک نیا انسانی کردار مہیا کیا۔ اس نے انواع و اقسام کا مزاج رکھنے والے عربوں کو جو کبھی بھی متحد نہیں ہو سکے تھے، انہیں ہیروز کی ایک قوم بنا دیا۔ مسلمانوں کو سیاسی اور مذہبی طور پر منظّم کر دیا کہ اہل یورپ آج

بھی ان کے احسانات کو یاد کرتے ہیں۔(۱۳)

(۲) کیا قرآن حکیم کتب سابقہ سے ماخوذ ہے؟

لیکن وہ مقدمہ کے اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ قرآن مجید پر یہودی عیسائی اور اس وقت کی عربی تہذیب کے گہرے اثرات ہیں اور قرآن میں عیسائی روایات تحریف شدہ عیسائی کتب اور مقامی اہل کتاب سے لی گئی ہیں۔اس کے خیال میں قرآن کا قدیم عربی روایات سے گہرا تعلق ہے۔وہ کہتا ہے کہ قرآن کا مواد اکثر اوقات دوسرے مآخذ سے مستعار لیا ہوا ہے لیکن مستعار لینے کا یہ کام محمد ﷺ نے اپنے مخصوص انداز سے کیا۔ آپ ﷺ جو نتائج اس مواد سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔اس کے مطابق اسے ڈھال لیا۔(۱۴)

مارگولیتھ کے اس نقطہ نگاہ سے اس کی فکر کے تضاد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ایک طرف وہ کہتا ہے کہ یہ مواد مستعار لیا ہوا ہے۔اس پر قدیم عربی روایات اور اس وقت کی موجود روایات کے اثرات تھے، یہ عیسائیت کی تحریف شدہ روایات سے مدد لے کر لکھا گیا۔ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اس نے ان عربوں کو متحد کر دیا جنہیں کبھی کوئی متحد نہیں کر سکا تھا۔ یہ سب چیزیں یعنی عربی روایات اور تحریف شدہ یہودی عیسائی لٹریچر تو حضور اکرم ﷺ سے پہلے بھی موجود تھا۔ اگر ان میں عربوں کو متحد کرنے کی صلاحیت ہوتی تو اس نے عربوں کو متحد کر دیا ہوتا۔عرب تو ان سب چیزوں کی موجودگی میں انتشار و افتراق کا شکار تھے۔حضور اکرم ﷺ نے ان میں کیا تبدیلی کر لی ہوگی جبکہ مستشرقین کے خیال کے مطابق آپ نے ان کتابوں کا علم عیسائی راہبوں ہی سے لیا تھا(۱۵)۔ یہ مواد بھی موجود تھا اور عیسائی راہب بھی آپ ﷺ سے قبل موجود تھے۔انہوں نے یہ کام اس سے پہلے کیوں نہ کر لیا۔مستشرقین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اُمّی تھے۔ایک اُمّی خود بخود سنی سنائی عرب روایات میں کیا انقلابی تبدیلیاں کر سکتا تھا۔قرآن نے تو کہا ہے کہ یہود کے پاس جو کتاب، اللہ کی طرف سے آئی تھی، اس کے عالموں نے اسے اختلافات کا پلندہ بنا دیا تھا۔ اس وقت پائی جانے والی اہل کتاب کی کتابوں کو قرآن تو اختلافات وتحریفات کا شکار قرار دے اور بتائے کہ کتابوں کے اسی اختلاف کی وجہ سے یہود و نصاریٰ بھی اختلافات کا شکار تھے۔اس مواد نے یہود و نصاریٰ کو تو متحد نہ کیا اور محمد ﷺ نے پورے عرب کو متحد کر دیا۔ یہ بات ناقابل فہم ہے۔اس بات کا ذکر قرآن نے متعدد مقامات پر کیا ہے:

وما اختلف فيه الا الذين اوتوه من بعد ما جاء تهم البينت بغياً بينهم

اور نہیں اختلاف کیا اللہ کی دی ہوئی کتاب میں مگر ان لوگوں نے جنہوں نے آپس میں بغض وعناد کی وجہ سے اختلاف کیا۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر۱۴ میں فرمایا: **وما تفرقوا الا من بعد جاء هم العلم بغياً بينهم** (ان

لوگوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی باہمی بغض کی وجہ سے اختلاف کیا) سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر:۱۴اور ۶۴ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اپنی کتابوں میں تحریف کر دینے کی وجہ سے وہ باہمی بغض و دعداوت کا شکار ہوگئے۔اس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا مگر انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کردیا تو ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ جب کہ مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن نے اس وقت کے موجود مذہبی لٹریچر کی بنیاد پر آپ نے ان عربوں کو متحد کردیا جو کبھی متحد نہیں ہوئے تھے۔

کیا آپ ﷺ نے قرآن اس وقت موجود عیسائیوں کی کتابوں سے حاصل کیا۔اس نقطہ نگاہ کی تردید بہت سے حقائق سے ہوتی ہے۔اس سلسلے میں ان کے دعوے اور اصل صورت حال اور حقائق میں واضح فرق پایا جاتا ہے جو ان کے اس الزام کی نفی کرتے ہیں۔

۱۔ آپؐ نے جس طرح کی خالص اور حقیقی توحید کا اعلان کیا،وہ اس وقت موجود کتابوں میں موجود تصور توحید سے بالکل جداگانہ اور منفرد ہے۔ان لوگوں کے تصور الٰہ اور قرآن میں بیان شدہ تصور الٰہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ خدا کی موجودگی کے تو قائل تھے لیکن ایک ہمہ گیر،مطلق اختیار کا مالک خدا ان کے تصور سے بالا تر تھا۔ تورات میں بیان شدہ تصور بھی محض نبی اسرائیل کے خدا کا ہے۔اسی طرح اناجیل میں تثلیث کا تصور موجود تھا۔

یہ بات باور کرنا محال ہے کہ آنحضورؐ نے توحید کا جو تصور پیش کیا اسے آپ نے تورات اور انجیل سے حاصل کیا۔ کیونکہ آپ نے یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو آپ نے آغاز میں ہی تثلیث کی تردید ضرور کی ہوتی کیونکہ یہ آپ کی فطرت اور وجدان کے سراسر خلاف چیز تھی۔مستشرقین میں سے ایک گروہ نے اس خیال کا اظہار بھی کیا ہے کہ آپ معاشرہ کی برائیاں دیکھ کر پریشان ہوتے تھے اور آپ کو ان کی اصلاح کی فکر تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی تعلیمات اسی سوچ کا نتیجہ تھی۔آپؐ کا پریشان ہونا تو درست ہے لیکن یہ کہنا کہ قرآن آپ کی اس سوچ کا نتیجہ ہے یہ مستشرقین کی غلط فہمی ہے۔اگر قرآن آپ کی پریشانی کا ردعمل ہوتا تو ابتدائی وحی توحید سے متعلق ہی ہوتی اور اس میں یا تو اس وقت موجود عقائد کی مذمت کی جاتی یا ان کی مطابقت اختیار کی جاتی۔جبکہ قرآن میں ایسا نہیں ہے۔توحید کا جو تصور آپ نے پیش کیا وہ آپ کی زندگی کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔اسلام کا تصور توحید دوسرے مذاہب سے بالکل ممتاز ہے۔اس پر اُسی وقت کے تصور توحید کا کوئی اثر نہیں ہے۔

قرآن حکیم کے بارے میں معاندین اسلام حضورؐ کے عہد میں بھی کسی ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکے تھے۔ وہ قرآن حکیم اور نبی کریمؐ کے بارے میں مختلف الرائے ہی رہے۔کبھی انہوں نے کہا کہ نعوذ باللہ آپ شاعر ہیں۔کبھی آپ کو کاہن،کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہا کبھی کہتے کہ یہ پہلی کتابوں سے اخذ شدہ باتیں ہیں،یہ پرانے قصے

کہانیاں ہیں۔ یہ بھی کہتے کہ آپؐ نے مخصوص افراد مقرر کیے ہوئے ہیں۔ جو گھوم پھر کر باتیں اکٹھی کرتے ہیں آپؐ کو سناتے ہیں اور آپؐ انہیں قرآن کی شکل دے دیتے ہیں۔ گویا وہ کسی ایک موقف پر متفق نہ ہو سکے۔ ان کی اس طرح کی باتوں کا ذکر سورۃ الانبیاء کی آیات ۵تا۸، سورۃ الطّور کی آیات ۱تا۱۳، سورۃ الحاقہ کی آیات ۴۰تا۴۶، سورۃ التکویر آیات ۱۹تا۲۹، سورۃ الفرقان آیات ۴تا۸ میں کیا گیا ہے۔ قرآن نے ان کی اس کیفیت کے بارے میں کہا ہے کہ ایسی باتیں یہ محض اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے ہی کرتے ہیں۔ ورنہ انہیں بھی پتہ تھا کہ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس نے ان کے دلوں کو مبہوت کر دیا ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ ان کا کسی ایک بات پر متفق نہ ہوسکنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ محض انتشار فکر اور بغض کا شکار ہیں۔

آغاز اسلام کے مخالفین کی طرح عصر حاضر کے مستشرقین نے بھی مخالفت برائے مخالفت کا ہی انداز اختیار کیا ہے۔

مستشرقین میں سے اگرچہ ایک غالب اکثریت نے قرآن مجید کے بارے میں یہی رویہ اختیار کیا ہے کہ یہ پہلی کتب سے نقل شدہ ہے۔ خواہ اسے نقل کر لیا گیا یا لوگوں سے واقعات سننے کے بعد انہیں لکھوالیا گیا اور اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا۔ اس کے علاوہ وہ کئی ایک معروف مستشرقین اس طرف بھی گئے ہیں کہ قرآن مجید ایک شاعر کا کلام ہے اور اس میں عربی شاعری کی نقل اتاری گئی ہے۔ نکلسن اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

> Thus as regard its external features, the style of the Koran is modeled upon the saja or rhymed prose, of pagan soothsayers but with such freedom that it may easily be described as original. (16)

> ''قرآن کے ظاہری خدوخال کے اعتبار سے قرآن کا اسلوب بدوؤں کی مسجع نثر کے انداز پر ہے۔ لیکن اس نثر میں بدوؤں کی مکمل تقلید نہیں کی گئی اور یہ اسلوب (حضرت محمد ﷺ کا) اصلی اسلوب محسوس ہوتا ہے۔''

نکلسن عرب کے شعراء کا ذکر کرنے کے بعد مزید لکھتا ہے:

> Mohammed was not of these although he was not unlike them as he pretended.(17)

> ''محمد ﷺ ان عرب شاعروں میں سے تو نہ تھے لیکن ان سے مختلف بھی نہ تھے۔ (گویا اگرچہ آپؐ شاعر نہ تھے لیکن آپ نے شاعروں والا اسلوب اپنایا)''

نکلسن ایک ایسی بات کرتا ہے جس کی کوئی بھی تاریخی روایت تائید نہیں کرتی بلکہ روایات کا تواتر کو پہنچتا

ہوا ذخیرہ اس کے بالکل برعکس خبر دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

It will not appear surprising that Mohammad at first believed himself to be possessed like a poet or soothsayers.(18)

''یہ بات حیران کرنے والی نظر نہیں آئے گی کہ محمد ﷺ ابتداء میں اپنے آپ کو شاعر یا کاہنوں کی طرح کسی چیز کے غلبہ میں دبے ہوئے محسوس کرتے تھے۔''

رچرڈ بیل (Richard Bell) نے بھی بات تو یہی کی ہے لیکن کچھ تکلف کرتے ہوئے لکھا ہے:

But not of the ordinary Arab type because his theme of religion and righteousness were hardly touched by other poets.(19)

''لیکن آپ عام عربوں کی مانند نہ تھے کیونکہ آپ کے دین اور آپ کا نیکی کا تصور شاعروں کے تصورات سے شاید ہی کہیں مماثلت رکھتا ہو۔''

دور حاضر میں اسی بات کو Rodinson نے بھی دہرایا ہے۔ اس نے اس بات کا ذکر اپنی کتاب Islam and Capitalism میں کیا ہے(۲۰)۔ اسی طرح مستشرقین میں سے آرتھر جیفری قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں کاہنوں کا انداز بھی پایا جاتا ہے۔

His early pronouncements rhymed prose were so like those soothsayers a crazed poet, ensorcelled or jinn possessed.(21)

''آپ کے ابتدائی زمانے کی مسجع نثر ان کاہنوں اور جنونی شاعر، سحر زدہ اور جنات کے سائے میں دبے ہوئے شخص کی مانند تھی۔''

جارج سیل کہتا ہے کہ حضور اکرمؐ اُمی تھے۔ اس کے باوجود اسے اصرار ہے کہ آپ ہی قرآن کے مصنف ہیں اور کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہودیوں سے قرآن حاصل کر لیا ہو۔ حالانکہ مکہ میں محض چند یہودی یا عیسائی آباد تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ آپ نے رشد و ہدایت کی جو باتیں کی ہیں وہ آپ کے سفروں سے حاصل ہونے والی معلومات ہوں گی۔ وہ کہتا ہے کہ آپ نے توراۃ وانجیل سے الہامی تعلیمات حاصل کیں۔ جبکہ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ یہ کتابیں حضورؐ کو میسر نہ تھیں اور ان کتابوں کا اس وقت تک عربی میں ترجمہ نہیں ہوا تھا۔(۲۲)

BASANTA کہتا ہے کہ اس وقت تک بائبل اور Apocryphal Gospal کا کوئی ترجمہ آس پاس موجود نہ تھا۔ اس امر سے گویا ان کے موقف کا ردّ خود ان کے اپنے بیان ہی سے ہو جاتا ہے کہ قرآن تورات وانجیل سے نقل کر لیا گیا۔ لیکن اس کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ آپ نے تورات وانجیل سے واقعات سن سنا کر شاملِ قرآن کیے۔(۲۳)

اس کے ساتھ ہی جارج سیل کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان تمام ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کو ایک نئے انداز سے خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا (۲۴) (حالانکہ وہ حضور اکرم ﷺ کو امی قرار دیتا ہے) جبکہ انواع و اقسام کے مواد کو قرآن جیسی عظیم کتاب کی شکل دینا ایک اعلیٰ ادیب اور مصنف ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ جائزہ لیں کہ جارج سیل کا یہ نقطہ نگاہ کس قدر تضادات کا مجموعہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپؐ نے جن لوگوں سے قرآن حاصل کیا اور جن کے پاس قرآن کا مواد موجود تھا انہوں نے خود ہی یہ قرآن کیوں پیش نہ کر دیا۔ آپؐ نے امی ہوتے ہوئے قرآن بنا لیا تو ان کے سامنے کون سی مشکل تھی کہ انہوں نے خود کیوں نہ ایسا کر لیا۔ اس موضوع پر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 4 کے تحت مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

اگر مستشرقین کا خیال ہے کہ ورقہ بن نوفل نے حضور اکرمؐ کو قرآن کا مواد دیا یا بحیرہ راہب سے قرآن حاصل کیا تو عربوں کا بت پرستی پر مبنی معاشرہ ان کے سامنے تھا، انہیں تو چاہیے تھا کہ وہ اس بت پرستی کے خاتمے کے لئے آپ سے پہلے ہی اصلاح کا کام کر دیتے۔

جارج سیل تو کہتا ہے کہ عیسائیوں کے بگڑے ہوئے فرقے کا کچھ مواد آپ کے ہاتھ لگ گیا ہوگا (۲۵)۔ یہاں بھی ایک باریک نکتہ قابل توجہ ہے کہ وہ ایک طرف کہتا ہے کہ قرآن کا مواد عیسائیت یا یہودیت سے حاصل کیا گیا۔ دوسری طرف کہتا ہے کہ عیسائیوں کے ایک گمراہ فرقے سے مواد لیا۔ ظاہر ہے کہ عیسائیوں کی اصل تعلیمات اور ان کے گمراہ فرقے کی تعلیمات میں تو تضاد ہونا چاہیے تھا اور اس کے اثرات قرآن میں موجود دکھائی دینے چاہییں تھے۔ جبکہ قرآن میں ایسا نہیں ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر۸۲ میں ہے:

ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافاً کثیرا۔

اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں آپ کثرت سے اختلاف دیکھتے۔ گویا قرآن میں کسی تضاد کا موجود نہ ہونا ان کے اس اعتراض اور نقطہ نگاہ کی نفی کرتا ہے۔

رچرڈ بل ایک طرف نبی کریم ﷺ پر الزام لگاتا ہے کہ آپ نے عیسائیت سے سب کچھ لے لیا لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ سب کچھ ''مانی'' سے لیا ہو جس کا زمانہ ۲۴۲/۲۱۶ عیسوی کا ہے۔ مانی نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ (۲۶)

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عقیدہ آخرت اور جنت دوزخ مجوسیوں سے لے لیا (۲۷)۔ ساتھ ہی

G. F. Moor کہتا ہے کہ یہ عقیدہ یہود سے لیا ہوا ہے۔(۲۸) ان دونوں میں سے کس کی بات کو درست تسلیم کیا جائے؟ کس کی بات درست ہے اور کس کی غلط؟ اس سے قطع نظر یہ بات تو واضح ہے کہ وہ اعتراض کرنے میں بھی متفق الرائے نہیں ہیں۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب تعارض ہو جائے تو الزام ساقط ہو جاتا ہے۔

قرآن کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے کہ یہ پہلی کتابوں سے اخذ شدہ ہے یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ جب قرآن نے انہیں چیلنج دیا کہ وہ اس جیسی کتاب لے آئیں یا اس جیسی ایک سورت ہی لے آئیں تو اس صورت میں جواب دینے کے لئے ان کے پاس پہلی کتابوں کا مواد موجود تھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ فوراً ان کتابوں سے استفادہ کرتے اور قرآن کا توڑ (بقول ان کے) قرآن کے اصل مواد میں سے نکال کر مسلمانوں کو دکھا دیتے۔

جارج سیل کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے نبی نہ تھے۔ کیونکہ قریش نے آپ کو نبی نہیں مانا۔ اس کا یہ نقطہ نگاہ اس اعتبار سے بالکل بے بنیاد ہے کہ کیا انہی اہل قریش میں سے ایک کثیر تعداد کے کلمہ پڑھ لینے کے بعد یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن اس لئے اللہ کی کتاب ہے اور نبی کریمؐ اس لئے سچے نبی ہیں کہ قریش کی ایک بڑی تعداد نے آپ کو نبی مان لیا تھا۔(۲۹)

محمد خلیفہ اپنی کتاب ''The Sublime Quran and Orientalism'' میں لکھتے ہیں:

> اہلِ مغرب نے قرآن مجید کو براہ راست کم ہی پڑھا ہے۔ مغربی زبانوں میں سب سے پہلے لاطینی میں قرآن کا ترجمہ ہوا۔ یہ مترجم (Robertus Rotensis) اور Harmannus تھے۔ انہوں نے لاطینی میں ترجمہ تو ۱۱۴۳ء میں کیا لیکن یہ ۱۵۴۳ء میں طبع ہوا۔ اسی ترجمے کو ۱۶۴۷ء میں (Ryer Andre du) جو کہ مصر میں فرانس کا کونسل تھا۔ اس نے فرانسیسی میں تبدیل کیا۔ اسی ترجمہ کے بارے میں جارج سیل (G.SALE) نے کہا کہ اس کے ہر صفحہ پر اغلاط موجود ہیں مزید یہ کہ اس میں ترتیب کے اعتبار سے تغیر و تبدل، اضافے اور فروگذاشتیں ہیں۔ اس کے اسی فرانسیسی ترجمے کو الیگزینڈر راس (ALEXANDER ROSS) نے ۱۶۸۸ء میں انگریزی میں تبدیل کیا۔ اگرچہ یہ انگریزی زبان میں قرآنِ مجید کا اولین ترجمہ کہا گیا تاہم SAVARY نے اس ترجمے کو حقیر اور قابلِ نفرت قرار دیا۔ جارج سیل نے بھی اسے ناقص ترجمہ کہا۔ بعد میں انگریزی زبان میں جو تراجم وجود میں آئے ان کی اصل بنیاد ایک اور لاطینی ترجمہ ہے جو LUOVIC MARACCI نے ۱۶۹۸ء میں کیا تھا۔ ۱۷۳۴ء میں جارج سیل نے اسی ترجمے کی مدد سے قرآنِ مجید کا ترجمہ کیا۔ بعد میں مستشرقین نے اسی ترجمے کو تحقیقات میں معیار اور بنیاد

بنایا۔لیکن یہ ترجمہ بھی اغلاط سے بھرا پڑا ہے۔(۳۰)

ڈاکٹر رضی الدین اصلاحی نے بھی اپنے ایک مضمون ''مستشرقین کے تضادات''، جو اسلام اور مستشرقین جلد ہفتم میں موجود ہے، اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> جارج سیل (1734ء) نے اپنے ترجمہ کے مقدمہ میں لکھا کہ اس سے قبل جتنے تراجم ہوئے ان میں اصل سے انحراف کیا گیا۔ Bibliander نے 1543ء میں لاطینی میں جو ترجمہ کیا اسے ترجمہ کہا ہی نہیں جا سکتا۔کیونکہ اس میں غلطیاں بہت کثرت سے ہیں اور اس میں اصل سے انحراف کیا گیا ہے۔ Bibliander نے 1543ء میں جو لاطینی میں ترجمہ کیا، اسے ترجمہ کہا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ اس میں بھی بے شمار غلطیاں ہیں اور ترجمہ کرتے وقت اس میں اس قدر جسارت سے کام لیا گیا ہے اور اس میں اس قدر باتوں کو مخفی رکھا گیا ہے، یا تبدیلیاں کی گئی ہیں کہ اس ترجمے کی اصل متن کے ساتھ کوئی مطابقت اور مماثلت ہی نہیں ہے۔سیل نے ایک اور ترجمے پر بھی شدید تنقید کی ہے کہ یہ پہلے تراجم سے بھی ناقص ہے۔جو ترجمہ Ardree Arrivaaere نے فرانسیسی زبان میں کیا اس میں بھی ہر صفحہ پر غلطیاں ہیں۔تحریف واضافہ بھی کیا گیا ہے۔آیات کو مسخ بھی کیا گیا ہے۔اسی فرانسیسی ترجمہ کو Alexander Ross نے انگریزی میں منتقل کیا۔اس الیگزینڈر کے بارے میں جارج سیل کی رائے ہے کہ عربی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔فرانسیسی زبان پر بھی (اس کے بقول) الیگزینڈر کو عبور حاصل نہیں ہے۔اس نے Duryer کی غلطیوں کا اپنی طرف سے اضافہ کیا اور ترجمے کو مضحکہ خیز بنا دیا۔ Father Lewis Marracci نے 1690ء میں فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔اس کے بارے میں بھی سیل کا خیال ہے کہ اس میں بھی ترجمہ اور تفسیر محض تکرار ہے اور یہ غیر اطمینان بخش ہے۔اس میں جسارت اور گستاخی بھی موجود ہے۔(۳۱)

ان تمام تراجم پر تنقید کے بعد وہ (سیل) خود اپنے بارے میں کہتا ہے کہ میں ایک Protestant ہوں اور پروٹسٹنٹ ہی قرآن پر حملہ کر کے قرآن کو شکست دے سکتا ہے۔اسلام پر تحقیقات کی بنیاد بننے والے ان تراجم قرآن پر مستشرقین کی اپنی ہی تنقید سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تحقیقات کے ماخذ ثقاہت میں کس قدر متنازعہ ہیں بلکہ اس سے ایک قدم اور آگے جارج سیل کے ترجمہ پر لاتعداد اعتراضات بھی موجود ہیں۔

مستشرقین کے مذکورہ بالا نقطہ ہائے نگاہ سے ان کے تضادات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح وہ ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔خود ہی ایک دوسرے کو غلط قرار دیتے ہیں۔اس صورت میں ایک بیدار مغز شخص اندازہ کر

سکتا ہے کہ اسلام کے خلاف ان کی تحریرات کی علم و تحقیق کے میدان میں کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

(۳) ترتیب قرآن کے بارے میں مستشرقین کی آراء:

قرآن مجید کے بارے میں مستشرقین کے فکری تضادات کا اندازہ ترتیب قرآن کے بارے میں ان کی تحقیقات کے نتائج سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ہر مستشرق قرآن کی ترتیب کو ناقص قرار دینا اپنا اولین فریضہ سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ صرف اس بات پر متفق ہیں کہ اعتراض ضرور کیا جائے جبکہ یہاں بھی ان کی تمام متضاد آراء کو شمار کرنا ہی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ ذیل میں ترتیبِ توقیفی کے حوالے سے مستشرقین کے اقوال سے ان کے فکری تناقضات و تضادات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

۱۔ مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اسلوب میں حضور اکرم ﷺ کے جذبات واحساسات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تغیرات رونما ہوتے رہے اور قرآن کی موجودہ ترتیب حضور ﷺ کے جذبات اور جوش کی مقدار کی مناسبت سے ہی دی گئی ہے۔ ابتداء میں جوش زیادہ تھا بعد میں اس میں کمی آتی گئی اور آیات کی ترتیب اسی تبدیلی کی مناسبت سے دی گئی ہے۔ لیکن انہی کا ایک نامور ساتھی مارگولیتھ اس بات کے امکان کو ردّ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مفروضہ نفسیاتی ارتقاء پر کسی سورۃ کی تاریخ کو منحصر سمجھنا فطری طور پر ایک غیر علمی طریقہ ہے اور نہ ہی یہ قرار دے کر کچھ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (۳۲)

۲۔ رچرڈ بل نے بھی اس موضوع پر مستشرقین کے باہمی فکری تضادات کا ذکر کیا ہے۔ (۳۳) جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کی باتیں کسی سنجیدہ تحقیق کا حصہ نہیں ہیں۔

A.J. Arberry کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ:

۳۔ حضور ؐ کی وفات سے بیس برس بعد، حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کا ایک نسخہ تیار کروایا اور اس نسخے میں انہوں نے ایک ترتیب کو پیشِ نظر رکھا۔ یہ ترتیب اسی اصول پر مبنی تھی کہ لمبی سورتیں پہلے اور چھوٹی سورتیں بعد میں۔

> In the vulgate the general procedure is to arrange the surahs roughly in order of their length, begining with the longest and ending with the shortest.(34)

اس ترتیب میں ترتیبِ نزولی کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا اور سورتوں کو ان کی طوالت کی بنیاد پر مرتب کر دیا گیا ہے۔ آغاز میں لمبی سورتیں ہیں اور آخر میں مختصر ترین رکھ دی گئی ہیں۔

S.E. Frost نے بھی یہی نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے کہ سورتوں کو طوالت کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ (۳۵)

۴۔ رچرڈ بل نے اس کی تقسیم کے بارے میں یوں تبصرہ کیا ہے:

But this is vitiated by failure to discern the natural points of division.(36)

۵۔ اس سلسلے میں De Kacy Johnstone لکھتے ہیں کہ ترتیبِ قرآن مجید کا کام آپؐ کے بعد دوسرے لوگوں نے سرانجام دیا۔(۳۷)

پروفیسر نکلسن کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مکی اور مدنی آیات کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔(۳۸)

☆ وہ مزید دعویٰ کرتا ہے کہ زید بن ثابتؓ نے قرآن کو بغیر کسی اصول کے مرتب کیا۔ اس سے بہتر طور پر آیات مرتب کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ اس سلسلے میں کیا اصول کارفرما تھا؟ اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سورتوں کو ان کی طوالت کے اعتبار سے لکھ دیا گیا ہے۔(۳۹)

Anthology of Islamic literature کے مصنف James Kritzeck نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ قرآنی سورتوں کو ان کی طوالت کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ترتیب بالکل الٹی ہے۔ اور موجودہ ترتیب سے قرآن پڑھنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص قرآن کو الٹا پڑھے۔ اس کے خیال میں یہ ترتیب قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔(۴۰)

Rodwell لکھتا ہے، زید بن ثابتؓ کو اگرچہ مکی اور مدنی سورتوں کے بارے میں علم تھا، اس کے باوجود اس میں شک کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ترتیبِ زمانی کو پیشِ نظر رکھا تھا یا نہیں؟

حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن کے متفرق اوراق کو محض یکجا کر دیا۔ اور کوئی اصول و معیار ملحوظ نہیں رکھا۔ جوں جوں انہیں ٹکڑے ملتے چلے گئے اسی طرح وہ انہیں اکٹھا کرتے رہے۔ انہوں نے مضامین کے تسلسل کو پیشِ نظر نہیں رکھا اور نہ ہی اسلوب کی ہم آہنگی کا خیال رکھا۔(۴۱) اس سلسلے میں Rodwell لکھتا ہے:

With entire disregard to contiuity of subject and uniformity of style, producing a most unreadable and uncongrous patchwork.(42)

زید بن ثابت نے مضمون اور اسلوب کے تسلسل اور روانی کو قائم رکھنے کا لحاظ رکھے بغیر اس انداز سے قرآن جمع کیا کہ ایک نہایت ہی نہ پڑھا جا سکنے والا متن اور ایک دوسرے سے مطابقت نہ رکھنے والی پیوند کاری کر دی۔

مستشرقین کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کا یہ موقف ہے کہ حضورؐ نے خود ہی قرآن کو اس طرح خلط ملط کر دیا کہ اسے نزول کے اعتبار سے مرتب کرنا اب ممکن نہیں رہا۔

☆ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بعد کے لوگوں نے محمد صلی اللہ وسلم کی زندگی کے مختلف ادوار سے متعلق آیات کو باہم خلط ملط کر دیا۔

☆ وہ ترتیبِ قرآن کی موجودہ شکل کو Unscientific قرار دیتا ہے۔

☆ وہ لکھتا ہے کہ موجودہ ترتیب سے محمدؐ کے کردار پر کوئی روشنی نہیں پڑتی جبکہ ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ قرآن سے محمدؐ کی زندگی کا پتہ چلے۔ لہٰذا ہمیں اس مقصد کے تحت قرآن کو ترتیب دینی چاہئے۔(اس مستشرق نے نولڈیکے کی ترتیب کو پسند کرتے ہوئے اسے سائنٹیفک قرار دیا ہے۔(۴۳)

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کی موجودہ توقیفی ترتیب کی حقیقت کو سمجھنا مستشرقین کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے قرآن کے اسلوب بیان، نظم قرآن کے فلسفہ اور ترتیب توقیفی کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان باتوں کو سمجھے بغیر اُسلوب قرآنی پر تبصرہ کرنا ایسا ہی ہے کہ کوئی اگر انگریزی میں لکھی عبارت کو اُردو کی ترتیب سے دائیں سے بائیں پڑھنا شروع کر دے اور کہے کہ اس سے نہ تو کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ کوئی فقرہ حالانکہ اس میں قصور پڑھنے والے کا ہے نہ کہ انگریزی زبان کا۔ یہی حال قرآنی آیات کی ترتیب کا ہے۔

N.J.Dawood اس سلسلے میں لکھتا ہے:

اول: قرآن کی موجودہ ترتیب، حضورؐ کی زندگی میں نہیں دی گئی۔ یہ کام آپؐ کی وفات کے بعد ہوا۔ اس ترتیب کے پیچھے کوئی سند نہیں ہے۔(۴۴)

Rom Landau اپنی کتاب Islam and the Arabs میں قرآن کی ترتیب کے بارے میں لکھتا ہے:

دوم: قرآن مجید کا مطالعہ جب مغربی لوگ کرتے ہیں تو انہیں اس سلسلے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ یہ ترتیب بڑی پُر پیچ ہے۔ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ باقی تمام سورتوں کو طوالت کی بنیاد بنا کر مرتب کیا گیا ہے۔

سوم: قرآن کے مطالعے میں بائبل کی طرح تاریخی اعتبار سے تسلسل نہیں ہے۔ اس میں روانی کا فقدان ہے۔(۴۵)

Rodwell نے حضرت زید بن ثابتؓ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے کہ انہوں نے وہ تمام امکانات ختم کر دیے جن کی مدد سے قرآن کو ترتیبِ نزولی کی بنیاد پر مرتب کیا جا سکتا تھا۔

> Designedly mixed up later with earlier revelations not for the sake of producing that mysterious style which seems so pleasing to those who value truth least ---- but for the purpose of softening down some of the earlier statements.(46)

منصوبے کے مطابق بعد کی سورتوں کو پہلے کی سورتوں سے خلط کر دیا گیا۔ ایسا اس لئے کیا گیا کہ

ابتدائی دور میں نازل ہونے والی آیات میں جو سخت انداز اختیار کیا گیا تھا اسے بعد کی سورتوں جن میں نرم انداز پایا جاتا ہے، خلط ملط کر دیا گیا تا کہ پہلے کی سختی کو کچھ نرم کیا جا سکے۔

ان تفصیلات سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہر شخص کے نتائج ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔کسی نتیجے تک پورے اعتماد کے ساتھ پہنچنا ان کیلئے ممکن نہیں ہوسکا۔ وہ اسے غیر مرتب ، بے جوڑ اور غیر مربوط سمجھتے ہیں۔ وہ ان قیاس آرائیوں میں بہت آگے بڑھ چکے ہیں اور انہوں نے اپنے پیش کردہ نتائج کی معقولیت یا غیر معقولیت کا جائزہ لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ورنہ بات ایسی نہ تھی کہ انہیں اس کی سمجھ ہی نہ آتی ۔وہ وہم و قیاس پر ایک بلند عمارت تعمیر کر لیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ انہوں نے اس عمارت کی بنیادیں کس قدر کمزور رکھی ہیں۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اعتراضات میں آگے بڑھتے چلے گئے اور حقیقت سے بہت دور ہو گئے۔

مستشرقین نے قرآن مجید کے بارے میں جو نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے وہ ان کے فکری اختلافات وتضادات کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ مثلاً جارج سیل(G.Sale)، ولیم میور(Willium Muir)، Wellaston Lammens, Champion, Glubb, Rodinson, Menezes, Draycott, Denial, Montg Watt, Anderson, Richard Bell, Rodwell وغیرہ لوگوں کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قرآن نبی کریم ﷺ کی اپنی فکر اور سوچ کا نتیجہ ہے۔(٤٧) کسی بیرونی ذریعے سے آپ نے قرآن تیار نہیں کیا۔

منٹگمری واٹ کا خیال ہے کہ قرآن مجید The product of creative imagination(48) یعنی ایک تخلیقی فکر کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

Anderson نے قرآن کو The wishful thinking (49) یعنی نبی کریم ﷺ کی آرزومندانہ سوچ کا نتیجہ قرار دیا ہے یعنی آپ ﷺ نے ایک منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کا جو پروگرام بنایا تھا، قرآن اس منصوبے کا ایک حصہ ہے۔ Watt نے یہاں تک کہہ دیا:

> That He has been mistaken in believing the Quran to be a divine message... What seems to a man to come from outside himself may actually come from his unconcious.(50)

یعنی محمد ﷺ کو یہ اعتقاد اختیار کرنے میں غلطی لگ گئی کہ یہ ایک الہامی ہدایت ہے۔انہیں جو گمان ہوا کہ کوئی چیز باہر سے (ان پر نازل ہو رہی ہے) وہ حقیقت میں ان کے لاشعور اور اندر ہی سے آ رہی تھی۔

Menezes کہتا ہے:

"Nothing else but a pure creation and concoction of Mohammad and of his accomplice"(51)

قرآن اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ ایک تخلیقی کاوش اور آپ اور آپ ﷺ کے شرکائے کار کی اختراع ہے، جارج سیل کہتا ہے:

That Mohammad was really the author and chief contriver of the Quran is beyond dispute.(52)

یہ بات کہ محمد ﷺ قرآن کے سب سے بڑے مصنف اور اس کے منصوبہ ساز تھے، کسی اختلاف سے بالاتر بات ہے۔

خود منٹگمری واٹ ان لوگوں کے دعووں کا ذکر کرتے ہیں جن میں کوئی کہتا ہے: یہ گذشتہ کتابوں سے حاصل کرلیا گیا، کوئی کہتا ہے کہ آپ نے عیسائی راہب سے قرآن حاصل کرلیا اور کوئی کہتا ہے کہ آپ کو کوئی نفسیاتی دورہ پڑتا تھا، (وہ کہتا ہے کہ) اہل مغرب کا یہ نقطہ نگاہ بڑا ہی متعصّبانہ اور معاندانہ ہے کہ وہ آپ ﷺ نعوذ باللہ کو جھوٹا پیغمبر کہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ منٹگمری واٹ کہتا ہے کہ:

More particularly there were times when he found in his heart certain words, constituting shorter or longer passages.(53)

کئی ایسے اوقات ہوتے جب محمد ﷺ اپنے دل میں کچھ الفاظ محسوس کرتے جو چھوٹے بڑے فقرات بناتے۔

رچرڈ بل لکھتا ہے:

We must therefore be chary of asuming that passages in the Quran are in Mohammad's own words.(54)

اس کے مقابلے میں Peter The Venerable, اور J. W. Stobart نے یہ نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے کہ قرآن مجید کا ماخذ بحیرہ راہب اور عیسائی اور یہودی کتب ہیں۔ آپ ﷺ پر نسطورا راہب کے اثرات کے حوالے سے Peter کہتا ہے کہ:

جدید محققین کا رجحان یہ ہے کہ عیسائیت کے محمد ﷺ پر اثرات کو کم سے کم کرکے دکھایا جائے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے پیغام میں نسطوری اثرات کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ کہنے کے بعد وہ یہ بھی لکھتا ہے:

To say that Mohammad actually became a Nestorian, however, is press the matter entirely too far.(55)

اس صورت میں مستشرقین کو یہ طے کرنا چاہیے کہ قرآن کے کون سے مقامات ہیں جہاں سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ پر نسطوری اثرات تھے؟ دوسرے یہ کہ نسطوری مذہب کے کیا خصائص اور پہچان ہے اور مزید یہ بھی کہ عیسائیت یا یہودیت سے یہ مذہب کہاں کہاں کن کن پہلوؤں سے مختلف ہے؟

حضور ﷺ پر عیسائی اور یہودی اثرات تھے یا نسطوری؟ صاف واضح ہو رہا ہے کہ کبھی وہ نسطوری اثرات کی بات کرتے ہیں کبھی عیسائی یہودی اثرات کی بات کرتے ہیں اور اس کے شواہد پیش نہیں کرتے تو گویا یہ فکری تضاد ان کی فکری بے خیالی کا عکاس ہے۔ Richard Bell نے کسی ایک رائے پر اکتفا نہیں کیا۔ کبھی وہ قرآن کو شاعر کا کلام کہتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے بندے رکھے ہوئے تھے جو گھوم پھر کر قرآن کا مواد حاصل کرتے اور آ کر آپ ﷺ کو دیتے اور آپ ﷺ اسے مرتب کر کے اس کا قرآن بنا لیتے۔(۵۶)

اور Menezes(57) اور J.Gardner(58) کہتے ہیں کہ سلمان فارسی نے ایک کتاب لکھنے میں محمد ﷺ کی مدد کی تھی۔ حالانکہ پارسیوں کے زرتشت مذہب میں تو اس طرح کا جنت دوزخ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی Rodwell کہتا ہے محمد ﷺ نے سرجیس یا بحیرہ راہب سے بھی قرآن کا مواد حاصل کیا گیا تھا۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ زرتشت یا مجوسی مذہب اور عیسائیت میں بہت زیادہ فرق ہے دونوں کا تصور مذہب اور تعلیمات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مختلف النوع ماخذ سے حاصل شدہ مواد کی بنیاد پر تشکیل پانے والی کتاب کو تو تضادات کا مجموعہ ہونا چاہیے تھا۔ ساتھ ہی Rodwell کا خیال ہے کہ ''حنفاء'' کے پاس پہلی کتابوں کے نسخے موجود تھے اور محمد ﷺ نے گذشتہ قوموں کے احوال انہی صحائف سے حاصل کئے۔ Rodwell کہتا ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ محمد ﷺ کے یہود کے ساتھ بہت قریبی تعلقات تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ میں ان کو اس طرح جانتا ہوں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ جبکہ راڈویل کا ہم مذہب جارج سیل کہتا ہے کہ اس بات کی کوئی گواہی موجود نہیں ہے کہ اس وقت عرب میں گذشتہ قوموں کی کوئی کتاب موجود تھی۔ اس کے خیال میں البتہ کچھ گمراہ فرقوں کا تحریف شدہ مواد شاید کہیں موجود ہو۔(۵۹)

راڈویل کہتا ہے کہ ورقہ بن نوفل نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے جب تک کہ آپ اپنے آپ کو حنفی کہتے رہے جس وقت آپ نے اس اصطلاح کو استعمال کرنا چھوڑا تو ورقہ نے بھی آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ایک راسخ العقیدہ عیسائی کے طور پر مرا۔(۶۰)

Rodwell بھی انہی لوگوں میں سے ہے۔ وہ کہتا ہے محمد ﷺ نے جن ماخذ سے قرآن حاصل کیا وہ زیادہ تر ان کے زمانے میں مشہور ہونے والے قصے کہانیاں اور یہود کی تالمود تھا۔ انہوں نے عیسائیوں کی روایات کو غلط طور پر استعمال کر کے اور جنوبی شام کے قصے کہانیوں کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن گھڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کہتا ہے کہ مکہ میں لوگ آپ کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ آپ شاعر ہیں۔ ساتھ ہی کہتا ہے قرآن افسانوں کا مجموعہ ہے۔ یہ واضح جادو ہے۔ آپ نے مختلف واقعات کو جمع کر لیا جو آپ کے متعین کردہ لوگ آ کر آپ کو سنایا کرتے تھے۔ (۶۱)

راڈویل کے بیان میں واضح تضاد موجود ہے جو مذکورہ بالا بیان میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کبھی وہ تالمود کو ماخذ قرآن کہتا ہے۔ کبھی اہلِ مکہ کا موقف دہراتا ہے کہ یہ شاعر یا جادوگر کا کلام ہے۔ اسی سانس میں اسے لوگوں میں مشہور ہو جانے والے واقعات قرار دے دیتا ہے۔

Peter Venerable کے مترجم James Kritzeck کہتا ہے:

> قرآن کے مآخذ کا کھوج لگانا خاصا مشکل کام ہے۔ بائبل کی بہت سی باتیں قرآن میں شامل ہیں اور انہیں آسانی سے قرآن میں دیکھا جا سکتا ہے۔۔۔ تاریخ عرب سے بھی مدد لی گئی ہے۔ (۶۲)

اگر راڈویل کا نقطہ نظر کہ قرآن کے مآخذ (بقول مستشرقین) کون کون سے ہیں تو وہ بحیرہ راہب، مجوسی مآخذ، حنفاء کے پاس موجود سابقہ کتب کے نسخے اور Gnosticism ہیں جو اس وقت بالکل آخری سانس لے رہا تھا اور آپ ﷺ نے (بقول اس کے) اس مرتے ہوئے فرقے سے استفادہ کر لیا۔ یہ فرقہ غیر معروف تھا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلا کہ آپ ﷺ نے ان سے مواد لیا بھی ہے یا نہیں۔ (۶۳)

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ ان سب ماخذ کا ایک دوسرے سے اختلاف ہے۔ بحیرہ کی تعلیمات مجوسی تعلیمات سے مختلف ہیں۔ Gnostiacism اور اصل عیسائی تعلیمات ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ Rodwell جیسا شخص کس طرح متضاد و متصادم باتیں کرتا ہے۔

Rodwell ایک مضحکہ خیز بات لکھتا ہے کہ محمد ﷺ نے مکہ میں کچھ لوگوں کو حقوق دے رکھے تھے۔ یہ لوگ Apocryphal Gospals کی تعلیمات سے آگاہ تھے اور انہی سے آپ ﷺ نے ان کتابوں کا علم حاصل کر لیا۔ (۶۴) حالانکہ مکہ میں تو آپ خود کفار کی ریشہ دوانیوں کا شکار تھے۔ اس تشدد کے ماحول میں کچھ لوگوں کو معاشرتی تحفظ فراہم کرنے کا کیا معنی؟ آپ تو خود معاشرتی عدم تحفظ کا شکار تھے۔ پھر مزید سوچنے کی بات یہ ہے کہ (بقول مستشرقین) یہ لوگ تھے بھی ایسے کہ وہ حضور ﷺ کو ایک کتاب کی تعلیم دے رہے ہوں اور آپ اس تعلیم سے قرآن تیار کر رہے ہوں۔

(۴) نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور مستشرقین:

مستشرقین کی ایک بڑی تعداد نبی کریم ﷺ کے بارے میں زبان درازی کرتے ہوئے آپ کو Impostor یعنی بہتان طراز کہتی ہے۔مثلاً Savary قرآن کو ایک Pious Fraud(65) (مقدس دھوکہ) کہتا ہے۔اسی طرح کے خیالات کا اظہار Tor Andra نے بھی کیا ہے۔(۶۶)

سیل اپنے سے پہلے لوگوں کے بارے میں اگرچہ کہتا ہے کہ انہوں نے اسلام قرآن اور محمد ﷺ پر بے بنیاد الزامات لگائے اور قابل اعتراض زبان استعمال کی ۔لیکن دوسری طرف یہی مستشرق یہ بھی کہتا ہے کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) کتنے ہی بڑے مجرم کیوں نہ ہوں اور انہوں نے لوگوں پر غلط مذہب تو تھوپا لیکن ان کی ذاتی صفات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔وہ Spanhemius کو بھی الزام دیتا ہے کہ اس نے سیل والا انداز ہی اختیار کیا کہ حضورؐ کے دئے ہوئے مذہب کو جعلی کہتا ہے لیکن اس نے بھی آپؐ کے ذاتی کمالات کی تعریف کی ہے۔آپ کی جسمانی خوبصورتی ، ذہانت ، اخلاق کی بلندی ، تواضع ،غریب پروری،حریفوں اور دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدمی اور مجرموں کے خلاف آپ کی سختی، ہمت و استقلال اور دیگر اخلاق حسنہ کی تعریف کرتا ہے۔(۶۷)

مستشرقین نبی کریمؐ کی عبقریت کو کھلے دل سے مانتے ہیں۔بحثیت انسان آپ کے اخلاق و اوصاف، آپ کے کردار کی بلندی، آپ کے پیدا کردہ انقلاب کو تسلیم کرتے ہیں۔لیکن جب آپ کی نبوت اور رسالت کی بات آتی ہے تو ان کا رویہ بدل جاتا ہے۔وہ آپ کو ایک عرب قائد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔وہ مانتے ہیں کہ آپ کی بدولت عرب زندگی کے مختلف شعبوں میں آگے بڑھے۔آپ کے شریفانہ اوصاف کے اثرات دوسروں پر بھی پڑے۔آپ کی وجہ سے دنیا نے ترقی کی۔لیکن جب آپ کی تعلیمات پر لکھتے ہیں تو ان کی حقانیت کو تسلیم کرنے سے گریزاں ہوتے ہیں۔حالانکہ صاف ظاہر ہے آپ نے جو انقلاب برپا کیا،لوگوں کو متاثر کیا تو اپنی تعلیمات کی بنیاد پر ہی کیا جہاں آپ کی شخصیت کو دوسروں پر امتیاز حاصل ہے تو وہاں آپ کی تعلیمات بھی تو ممتاز ماننی چاہییں۔

مستشرقین آپ کی اس حد تک مدح سرائی کرتے ہیں کہ ایک عام آدمی اس سے متاثر ہوجاتا ہے کہ یہ لوگ کس قدر حقیقت پسند ہیں لیکن یہ مدح سرائی درحقیقت ایک ایسے شخص کے لئے ایک پھندے کی طرح ہوتی ہے جس میں دھوکے کے ساتھ کسی جانور کو شکار کیا جاتا ہے۔مثلاً وہ حضور اکرمؐ کی جامع اور پرتاثیر گفتگو کا تذکرہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی کہہ دیتے ہیں کہ اگر آپ کی زبان کی فصاحت و بلاغت کو دیکھنا ہے تو آپ کی کتاب یعنی قرآن کا مطالعہ کرلو۔

یہ بات مستشرقین کے تضادات کا حصہ ہے کہ ایک طرف آپ کو جعل ساز قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف

آپ کے تمام اوصاف کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طرز عمل لوگوں کو محض چکر دینے کے لئے ہے۔ وہ آپ کے اوصاف کا اعتراف اس لئے کرتے ہیں کہ دیکھو ہم کتنے دیانتدار ہیں کہ دشمن ہوتے ہوئے بھی آپ کے کمالات کا اعتراف کرتے ہیں کہ لوگ ان کی دیانتداری کے قائل ہو جائیں۔ دوسری جانب یہ نقطہ بھی قابل ذکر ہے کہ وہ آپ کی جن صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ عام آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ جو شخص اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو کیا وہ انسانوں کے ساتھ جعل سازی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ وہ آپ کی ذہانت و فطانت کا خصوصاً ذکر کرتے ہیں۔ گویا بین السطور یہ تاثر پیدا کرتے ہیں کہ آپ اس قدر ذہین تھے کہ اس وقت کے مذاہب کے ماننے والوں اور ان مذاہب کی کتابوں سے آپ نے کتنی ذہانت سے ایک کتاب تیار کر لی۔ خود سیل نے آپ کی ذہانت کی تعریف اسی تناظر میں کی ہے۔ آپ کی جن خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں وہ تمام مل کر اس الزام کو ختم نہیں کر سکتیں کہ آپ نے جعل سازی سے کتاب تیار کر لی۔ مستشرقین کا یہ انداز یہود کے بارے میں قرآن کے ان بیانات کا ہی مظہر ہیں کہ یلون السنتھم (اپنی زبانوں کو چکر دے کر بات کرتے ہیں)۔

مستشرقین ہی کی ایک بڑی تعداد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاص کی شہادت دی ہے۔ S.P.Scott لکھتے ہیں کہ نبی اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گذشتہ تیرہ صدیوں سے ایک imposter کے طور پر لیا جاتا رہا ہے۔ آپ کے نام پر ہر برائی کی مہر لگائی گئی ہے جو انسانیت کی تذلیل کا باعث بن سکتی ہے۔ ہر بدترین غیر معقول، بے تکی بات اور بدترین بدتہذیبی آپ کی تعلیمات کے ساتھ منسلک کی گئی ہے۔ (۶۸)

Sydney Cave لکھتا ہے:

> کوئی انسانی زندگی اس قدر مختلف طریقوں سے پیش نہیں کی گئی ہو گی جتنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پیش کی گئی ہے۔ عیسائیوں نے ایک طویل عرصہ تک اسلام کو ایک خطرہ کے طور پر نہ صرف بڑے سخت انداز سے بلکہ غیر منصفانہ طور پر پیش کیا۔ وہ ہستی جس نے اپنے مشن کیلئے دس برس تک سخت جدوجہد کی، وہ محض ایک Imposter (جھوٹا دعوے دار) نہیں ہو سکتا۔ مکمل طور پر ایک غلط دعویٰ کرنے والا شخص کبھی بھی ایک مذہب کا بانی نہیں بن سکتا۔ اس سلسلے میں کارلائل نے بالکل درست بات کہی ہے۔ (۶۹)

Bosworth Smith کہتا ہے:

> حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مذہب کے بارے میں اخلاص کے بارے میں بہت بحث و تمحیص ہوئی

ہے۔ جہاں تک میرے نقطہ نگاہ کی بات ہے، مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہیے۔کوئی بھی شخص اپنے مقصد کی بہتری کیلئے اس وقت تک کچھ بھی نہیں کرسکتا جب تک کہ اسے اپنے مقصد میں سچا ہونے کا مکمل یقین نہ ہو۔

حضرت محمد ﷺ نے اپنے مقصد اور مشن کی بہتری کیلئے جو کچھ کیا، کوئی بھی شخص یہ سب کچھ اس وقت تک نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے سچا اور حقیقی ہونے کا یقین اس کے اندر راسخ نہ ہو۔ اگر منصفانہ طور پر جائزہ لیا جائے تو ہجرتِ مدینہ تک آپ کے کردار میں کوئی ایک بھی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس کی بنا پر آپ کو Imposter کہا جا سکے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ سب کچھ آپ کے کردار میں اپنے مشن کیلئے ایک جذباتی لگاؤ کے ثبوت مہیا کرتا ہے جو بڑی آہستگی سے لیکن تکلیف دہ انداز سے موجود ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا آپ اسے سچ سمجھتے تھے۔ سمتھ کہتا ہے کہ محمد ﷺ Impostor نہیں تھے۔(۷۰)

اس سلسلے میں گستاولیبان نے بھی اسی نقطہ نگاہ کا اظہار کیا ہے۔(۷۱)

ولیم میور لکھتا ہے:

The Growth inthe mind of Mohammad of the conviction that He was appointed to be a Prophet and a reformer, was intimately connected with His feeling in a special providence embracing the spritual as well as the material world, and simultaneously with that conviction there arose and implicit confidence that the Almighty would crown his mission with success. The questionings and aspirations of inner soul were regarded by him as proceeding directly from God, the light which gradually illuminated his mind with a knowledge of the divine unity and perfection, and the duties and destiny of man, light amidst gross darkness- must have emanated from the same source had thus begun the work would surely carry it though to a successful ending; what was Muhammad himself but an instrument in the hand of the great worker.(72)

R. V. C. Bodley لکھتا ہے:

کیا کوئی شخص جو اللہ کی طرف ہدایت یافتہ نہ ہو وہ اس طرح کا بین الاقوامی بھائی چارہ وجود میں لا سکتا

ہے۔ ایک ایسا شخص جو Impostor ہو، وہ ایک ایسا عقیدہ کیونکر اپنے پیچھے چھوڑ سکتا ہے جو اس وقت سے جب محمد ﷺ فوت ہوئے، اب تک موجود رہا ہے۔(۷۳)

کارلائل اس سلسلے میں لکھتا ہے:

> ایک سو اسی ملین لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ لا تعداد لوگوں کی زندگیوں کیلئے اسلام چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق جو اللہ نے پیدا کی ہے، اس چیز کیلئے زندہ رہ رہی ہو یا مر رہی ہو وہ جو محض ایک المیاتی دھوکہ ہو؟ ایسا سوچنے والے ہم کون ہوتے ہیں۔(۷۴)

مستشرقین کی زبان درازی اور قرآن دشمنی کا ایک اظہار یہ ہے کہ ان کے خیال میں نبی اکرم ﷺ پر ایک نفسیاتی مرض کا دورہ پڑتا تھا۔ اس دورہ کے دوران آپ جو کچھ فرماتے، اسے قرآن کہہ دیا گیا۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گروہ زبان درازی کی انتہا کرتے ہوئے مرگی کے دوروں کی بات کرتا ہے تو دوسرا گروہ اس نقطہ نگاہ کا پر زور اور مدلل انداز سے رد کرتا ہے۔ یہاں ہم ان لوگوں کی تحریرات اور اقتباسات نقل کریں گے:

> San Pedro ان لوگوں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضورؐ پر جنات کا سایہ تھا یا آپؐ کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا اور اسی کے زیر اثر آپؐ جو کچھ کہتے، اسے قرآن قرار دے دیا گیا۔(۷۵)

Rodinson اپنی کتاب Mohammad میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔(۷۶)

اسپرنگر کہتا ہے کہ آپ کو اعصابی عوارض لاحق تھے۔ جو آپ کی والدہ کی طرف سے آپ کو وراثت میں ملے تھے۔ آپ کی والدہ کو دوران حمل خواب آتے تھے۔ سپرینگر کہتا ہے کہ حضور ﷺ گوشہ نشینی کے دوران غور وخوض کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؐ کی قوت متخیلہ بڑھ گئی۔ صداع اور مرگی کے دوروں کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اسی کیفیت سے آپ کو دھوکا اور غلطی لگ گئی اور آپ نے اس کو وحی و الہام سمجھ لیا۔(۷۷) نولڈیکے کا خیال یہ ہے:

> But by far the greatest part of the book is undoubtedly the result of delibiration, touched more or less with emotions, and animated by a certain rhetorical rather than poetical reflection.(78)

ان تمام اقتباسات سے یہ بات بالکل عیاں ہو رہی ہے کہ:

مستشرقین اور مشرکین مکہ میں یہ بات مشترک طور پر موجود ہے کہ دونوں گروہ قرآن مجید کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر پائے گویا جس طرح مشرکین مکہ قرآن مجید کے بارے میں بے بنیاد موقف رکھتے تھے

مستشرقین بھی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ مستشرقین میں وہ بھی ہیں جنہوں نے وحی کی کیفیت کو مرگی کے دورہ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ وحی درحقیقت ایک نفسیاتی کیفیت کا نام ہے۔ ذیل میں اس کی بجائے صرف انہی لوگوں کی عبارات پر اکتفا کیا جائے گا جنہوں نے اس الزام کا رد کیا ہے تا کہ مستشرقین کا تناقض فکر نمایاں ہو سکے۔

☆ (Epilepsy) (مرگی) کے بارے میں Deniel لکھتے ہیں:

Epilepsy as applied to the Prophet was the explanation of those who sought to amuse rather than to instruct. (79)

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جن لوگوں نے مرگی کا ذکر کیا ہے انہوں نے ایسا محض خوش ہونے کیلئے کیا کچھ رہنمائی لینے کیلئے نہیں کیا۔

☆ پروفیسر منٹگمری واٹ (M. Watt) نے اگرچہ قرآن کو حضور ﷺ کا کلام ہی قرار دیا ہے لیکن وہ بھی کسی نفسیاتی مرض یا مرگی کے دوروں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

On the contrary, he was clearly in full possession of his faculties to the very end of his life.(80)

''جن لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہا ہے کہ ایک نفسیاتی کیفیت میں آپ ﷺ جو کچھ کہتے اسے قرآن کہہ دیا گیا، اس کے برعکس آپ ﷺ کو اپنے جذبات اور صلاحیتوں پر آخری لمحات تک مکمل طور پر کنٹرول رہا۔''

☆ مستشرق Guillaume اس بارے میں لکھتے ہیں:

To base such a theory of epilepsy on a legend which on the face of it has no historical foundation is a sin against historical criticism. (81)

جن لوگوں نے آپ ﷺ پر مرگی کے نظریے پر بنیاد رکھی ہے اس کی کوئی تاریخی دلیل موجود نہیں ہے۔ یہ تاریخی تنقید کے حوالے سے ایک گناہ ہے۔

☆ باڈلے (R. V. C. Bodley) اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

Epilepsy never made any one into a Prophet or a law giver or raised anyone to a position of esteem and power in those days especially, such as a state would suggest some one possessed or insane. If there was a man who was clearly sane, it was Mohammad.(82)

مرگی کے کسی مریض کو کبھی بھی اس مرض نے ایک پیغمبر، قانون دھندہ، اور عظمت کی بلندی اور اقتدار و اختیار کے منصب تک نہیں پہنچایا۔ مرگی کا مریض تو حواس کھو دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص

اعتدال پسند اور ہوش مند ہو سکتا ہے تو وہ حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

☆ Rom Launda نے بھی اس الزام کی نفی کی ہے کہ آپ ﷺ کو مرگی یا اس قسم کا کوئی دورہ پڑتا تھا وہ لکھتا ہے:

محمد ﷺ نے جو کام کیا وہ نہایت اثر آفریں اور شاندار تھا۔ ایک ایسا شخص جو اپنی ذاتی خواہشات کی تسکین و تکمیل کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہو اس سے اس قدر عظیم کام اکیلے ہو نہیں سکتا۔ یہ الزام کہ آپ پر وحی کے دورانیے کو مرگی کا دورہ کہا جائے واضح طور پر بے بنیاد ہے۔ مرگی کے دورے کے دوران تو کوئی مریض ایک لفظ بھی ادا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ قرآن مجید کی زبان جیسی پُر معانی اور حکمت سے بھرپور باتیں بتلائے۔ جس اخلاق کے ساتھ آپ نے اپنا مشن مکمل کیا۔ وہ ایمان و یقین جو آپ کے متبعین آپ کی وحی پر رکھتے تھے، اور صدیوں سے ان سب چیزوں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مرگی کا مریض ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

> No deliberate religion's concoction even of an importor of genuis has ever survived. Islam has not only survived for over thirteen hundred years, but keeps gaining new adherents from years to year. History shows not a single example of an importer whose message was responsible for the creation of one of the world's greatest empires and of one of the noblest civilizations.(83)
>
> ”اس طرح سے کسی مذہب کی گھڑی ہوئی باتیں یا کسی گھڑنے والے کی باتیں کبھی زیادہ دیر تک آگے نہیں چلیں۔ اسلام نہ صرف تیرہ سو برس تک زندہ رہا بلکہ سال بہ سال اس میں ترقی ہی ہوتی رہی ہے۔ تاریخ سے ہمیں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ کسی جعل ساز کا پیغام دنیا کی عظیم ترین مملکت اور شاندار تہذیب کی تخلیق کا سبب بنا ہو۔“

(۵) وحی الٰہی کے بارے میں مستشرقین کا نقطۂ نظر:

مستشرقین نے وحی کے بارے میں ایک عجیب و غریب تاویل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ پر نازل ہونے والی وحی درحقیقت کوئی خارجی چیز نہیں بلکہ یہ حضور ﷺ کی ایک داخلی اور اندرونی کیفیت تھی، جو آپ ﷺ کے طویل غور و فکر اور مشاہدات کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ان کی ایک وجدانی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ مستشرق Tor Andrea نے اپنی کتاب Mohammad Man and his Faith میں اس پہلو پر کئی ایک طریقوں سے لکھا ہے۔ اس کی ساری کوشش یہی ہے کہ وحی کی اس کیفیت کا انکار کرے جو مسلمان بیان کرتے ہیں۔ وہ کبھی کہتا ہے کہ محمد ﷺ عرب کے حالات دیکھتے پھر الگ تھلگ بیٹھ جاتے اور غور کرتے۔ اس طرح (بقول اس کے) محمد ﷺ ایک

original شخص تھے۔کبھی کہتا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں میں سے تھے جن کی وجدانی طاقت بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ اور خداتعالیٰ سے اسی وجدانی کیفیت کی مدد سے ان کا تعلق قائم ہوا۔کبھی وہ آپ کو introvert کہتا ہے جونفسیاتی مریض تھے۔(۸۴)

اعلانِ نبوت سے قبل نبی کریم کے غارحرا میں جا کرمصروف عبادت ہونے کومستشرقین نے متعدد معانی پہنائے وہ اس بارے میں بھی متفق نہیں ہیں۔کچھ کہتے ہیں کہ غارحرا میں آنا درحقیقت مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے کے لئے گوشہ نشینی تھی۔ڈوزی کا بیان ہے کہ محمد ﷺ کا مزاج سوداوی تھا۔آپ خاموش رہتے تھے۔تنہا طویل سفر سے آپ کو رغبت نہ تھی۔آپ گھاٹیوں میں غوروفکر کرتے۔(۸۵)

اس کے مقابلے میں پادری لامنس کہتا ہے کہ حضور سے خلقت کی زندگی کا کوئی ثبوت موجودنہیں ہے۔(۸۶)

مستشرقین کہتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کے طورطریقوں سے بیزار تھے اور غارحرا میں جا کر الگ تھلگ عبادت کیا کرتے تھے۔ وہیں طویل غوروفکر کے نتیجے میں توحید پر ان کا اعتقاد پختہ ہوتا چلا گیا،وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر پھر ایسی کیفیت طاری ہوتی گئی کہ آپ ﷺ کو اپنے دل کی آواز ایک خارجی آواز محسوس ہونے لگی۔اور آپ ﷺ نے اسے ایک فرشتے کی آواز سمجھ کر پورے خلوص اور دیانت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کر دیا۔بیسویں صدی کے مستشرقین نے نبوت محمدی اور قرآن کی یہی توجیہہ وتوضیح کی ہے۔حالانکہ مسلمہ تحقیقی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس نقطہ نگاہ کو بھی تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔(۸۷)

اس کے علاوہ مستشرقین کی کتابوں میں جگہ جگہ تضادات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

رینان ایک جگہ آپ کو Imposter کہتا ہے اور دوسری جگہ آپ کی سچائی اور مصالحت کا اعتراف کرتا ہے۔(۸۸)

دیگر مستشرقین کا خیال ہے کہ رینان کے اس طرح کے بیانات نے مستشرقین کے بارے میں رائے کو بگاڑنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔گستاولی بان نے رینان کے اس رویے کی نشاندہی اور مذمت کی ہے۔وہ کہتا ہے کہ ایک طرف رینان عربوں کے عجزو درماندگی کو ثابت کرنا چاہتا ہے اورتھوڑا ہی آگے چل کر وہ اس کی تردیداورنفی کر دیتا ہے۔مثلاً وہ عرب مورخین پر الزام لگاتا ہے کہ وہ تصنیف وتالیف،نقدوبحث اور تجزیہ وتحلیل میں عاجز وقاصر ہیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ عربوں کی لکھی ہوئی کتب مثلاً سیرت ابن ہشام جیسی کتابوں کا پایہ انجیل کی مانند قرار دیتا ہے۔رباط یونیورسٹی کے استاد فلسفہ ڈاکٹر حکمت ہاشم نے رینان کی آراء کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لے کر ان کی

تردید کی ہے۔ آر وی سی باڈلے نے ایک طرف تو سیرت النبیؐ پر کتاب لکھی اور اس کا نام کتاب الرسول رکھا اور اس کا نام کتاب الرسول اس لئے رکھا کہ مسلمانوں کی اذان میں حضور اکرمؐ کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے خیال میں اذان اور دیگر مذہبی شعائر ہی مختلف مذاہب کے درمیان فرق ہیں۔ سارے مذاہب یکساں ہی ہیں۔ البتہ وہ رسول اللہ ﷺ کی فضیلت وعظمت کا اعتراف کرتا ہے اور وہ ان لوگوں کے خیالات کی تردید کرتا ہے جو حضورؐ پر تنقید کرتے ہیں۔ عباس محمود العقاد نے بھی اس کی فکری گمراہی، بے راہ روی اور تضاد بیانی کا ذکر کیا۔

لیکن اپنی کتاب کی چوتھی فصل میں اس نے وحی کے بارے میں نہایت گمراہ کن اور متضاد باتیں بیان کی ہیں۔ اس کی ان باتوں کی کوئی بھی بنیاد موجود نہیں ہے۔ یہاں تک بدزبانی کی ہے کہ آپ پر بت پرستی کا اتہام بھی لگاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ نے ایک نسطوری راہب اور دیگر لوگوں کے اثرات قبول کر لئے تھے۔ آر وی سی باڈلے لکھتا ہے کہ محمد ﷺ کسی مکتب میں نہیں پڑھے مگر انہوں نے حصول علم کے لئے مدرسہ میں جانے والوں اور دن بھر کمرہ جماعت میں بیٹھے رہنے والوں سے زیادہ علم حاصل کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ آپؐ نے عکاظ کے میلے اور قس بن ساعدہ کے ذریعے نصاریٰ اور ان کے نسطوری فرقے کے اثرات قبول کیے۔ آپ پر ایک اعصابی کیفیت طاری ہوتی تھی جو آپ کے افکار پر اثر انداز ہوتی تھی۔ لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ یہ مرگی اور اعصابی بیماری نہ تھی۔ (۸۹)

خلاصۂ بحث:

مزکورہ بالا شواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ مستشرقین باہمی طور پر صرف متفق ومتحد ہی نہیں بلکہ شدید قسم کے تضادات کا شکار ہیں۔ یہ تضادات واختلافات جہاں ان کے موقف کو کمزور وبے دلیل ثابت کرتے ہیں وہیں اسلام کی حقانیت اور قرآن حکیم کے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ضیاءالدین اصلاحی، اسلام اور مستشرقین، جلد ہفتم، صفحہ 191
(۲) ایضاً، جلد 7، صفحہ 192، بحوالہ مجلۃ المجمع العلمی، دمشق، جلد 21 صفحہ 252
(۳) اس کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ہیں:

(i). Noldeke, Theodor, Sketches from Eastern History, Khyat, P.45

(ii). Muir, Willium, Life of Mhhomet, Smith, London, 1860, Pvii

(iii). Jeffery, Arthur, Material for the study of the Text of The Quran, E. J. Brill, London, 1937, P.6-9

(iv). Rod Well, The Koran, (Preface), Dentt, London, 1909, P.1

(v). Burton, John,Collection of The Quran, Cambridge Uni Pres.1977, P.116

(vi). Lane Pool,Studies in Mosque, Khayat, Beirut, 1966, P.23

(vii). Nicholson, Literary History of The Arabs, Unwin, London, 1907, P.164

(viii). Bell, Richard, Introduction To The Quran, P.38-4

(4) Buhl, Encylopadia Biritannica, Vol II, P.1067

(5) Jeffery, A, Material For The Study of the Text of The Quran, P.6

(6) Noldeke, Shetches from Eastern History, Burton, John, P.231, P.49

(7) Lane Pool, Studies in Mosque, P.123

(8) Kritzeck, Anthology of Islamic Litreature, P.23

(9) Arberry, A, J, The Koran Interpreted, Allen and Unwin, London, 1955, P.15

(10) Margoliuth, Mohammadanism,

(11) Nicholsom, Preface of The Translation of The Quran, By Palmer, XII,XIII

(12) Tritton

(13) Margoliuth, Preface of The Translation of The Holy Quran By Rodwell,

P.VII

(14) Ibid. P.VII

(15) Kritzeck, Anthology of Islamic Literature, P.129

(16) Nicholson,Literary History of the arabs,P.159

(17) Ibid

(18) Ibid

(19) Bell, Richard, The origin of Islam in its christian Envirnment, 159

(20) Rodinson, Islam and Capitalism, P.77

(21) Jeffery, Arthur, Mohammad and His Religion, P.47

(22) Sale, George, The Koran, Commonly called Al Quran of Mohammad, with a preliminary Discourse, 1899, P.50

(23) Basanta, Coomer Bose, Mohammadanism, 1931, P.15-16(Sale, P.50

(24) (i) Sale, P.50. (ii) Margoliuth,introduction to the translation of the Koran by Rodwell, P.Viii

(25) Ibid

(26) (i)Bell, Introduction To Quran, P.13
(ii)Origin of Islam in its christian Envirnment, P.145

(27) Rodwell,preface of the translantion of the Koran,P.8

(28) Moor, G.F,Histoy of Religions, P.386-387

(29) Sale, P.50

(30) Muhammad Khalifa, The Sublime Quran and Orientalism, P.66,67

(31) Hirschfeld, New Researchs in to the composition and Enegies of The Quran, P.36

(32) Margoliuth, Encyclopaedea of Religion and Ethics, vol x, P.545

(33) Richard, origin of Islam in its christian Envirnment, P.102

(34) Arberry, The Koran Interpreted, P.18-19

(35) Frost, S.E, The Sacred writings of word's great Religions, P.307

(36) Bell, Origin of Islam in its christian Envirnment, 102

(37) John Stone,

(38) Nicholson, Preface of the Translation of Rodwell, P.xv

(39) Ibid. XV

(40) Kritzeck, Anthology of Islamic Literature, P.29

(41) Rodwell, Preface of the Translation of the Quran, P.2

(42) Ibid. P.2

(43) Ibid. P.2

(44) Dawood, N.j, The Koran, P.11

(45) Rom Landua, Islam and The Arabs, P.25

(46) Rodwell, P.6

(47) Khalifa, Muhammad, The Sublime Quran and Orientalism.

(48) Watt, M, Mohammad At Makkah, P.15

(49) Anderson, The world Religion, P.78

(50) Watt, Mohammad at Makkah, P. 15

(51) Menezes, The Life and Religion of Mohammad, P.158

(52) Sale, Preface of the Translation of the Koran, commonly called Al-Quran, P.50

(53) Watt. P.143

(54) Bell, The origin of Islam in its christian Envirnment, P.43

(55) Kritzeck, An Anthology of Islamic Literature, P.129-132

(56) Bell, As reference No. 54. P.70

(57) Menezes, The Life and Religion of Mohammad, P.161

(58) Gardner, The Reproach of Islam, vol II, P.279

(59) Rodwell, Preface of The Translation of The Koran, P.8-13

(60) Ibid,P.8
(61) Ibid,P.8
(62) Kritzeck, P.132
(63) As Reference No. 58
(64) As Above
(65) Tor Andrea, Mohammad, The Man and His Faith, 175.
(66) Ibid.
(67) Sale, The Preliminary Discourse, Translation of The Koran, P.32
(68) Scott, S.P, History of Moorish Empire in Europe, P.59, vol ii
(69) Cave Sydney, An Introduction To The Study of some living Religions of The East, P.213-214
(70) Bosworth Smith, Mohammad and Mohammadanism, P.107
(۷۱) گستاولی بان، تمدن عرب (اردو ترجمہ سید علی بلگرامی) صفحہ 180
(72) Muir, Willium, Life of Mahomet, vol I, P.529
(73) Bodley, R.V.C, P.239
(74) Carlyle, Hero and Hero worship, P.100
(75) Danial, Norman, Islam and The west (The Making of An Immage), P.77
(76) Rodinson, Mohammad, P.77
(77) Spranger, Life of Mohammad, P.89
(78) Noldeke, Sketches from Eastern History, P.25
(79) Danial, Norman, P.28
(80) Watt, Companian To The Koran, P.18
(81) Guillaume, Islam, P.25
(82) Bodley, P.13
(83) Rom Landau, P.23
(84) Tor Andrea, The man and his Faith, P.47-50

(۸۵) رضی الاسلام ندوی، اسلام اور مستشرقین، جلد ہفتم، صفحہ 197

(۸۶) ایضاً

(۸۷) ایضاً

(۸۸) ایضاً

(۸۹) ایضاً

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆